جنت دو قدم
نبیلہ عزیز
پاک سوسائٹی
ڈاٹ کام
www.paksociety.com

نبیلہ عزیز

انتساب!

اپنے بہت عزیز اور بہت پیارے بھائی

چاند افضل

اور

حسن علی

کے نام
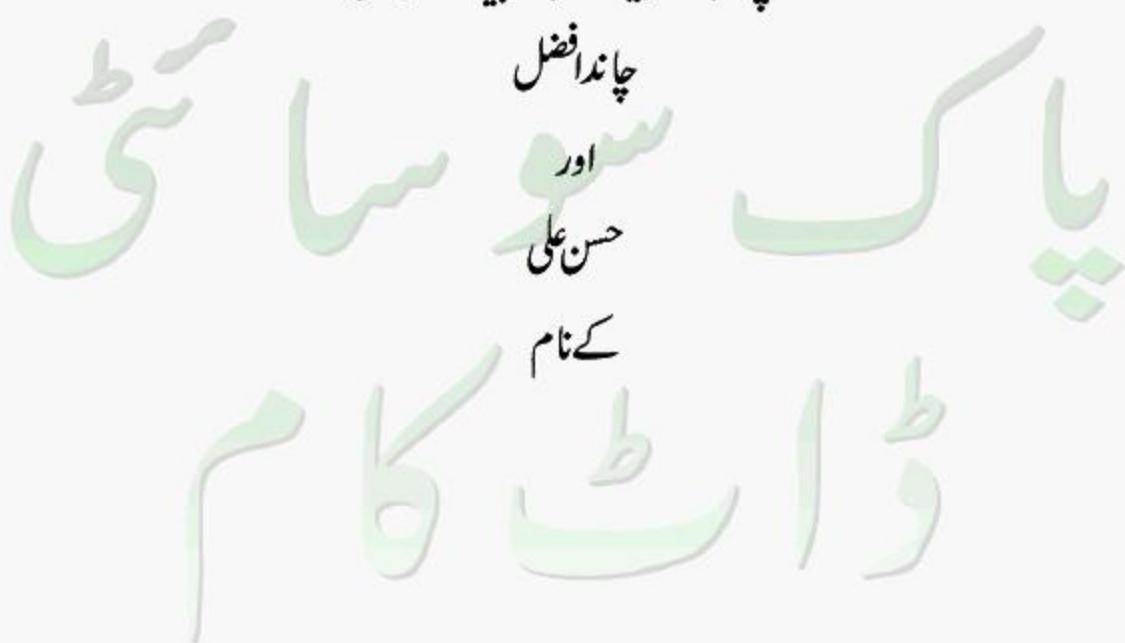
پیش لفظ

اللہ ہمیشہ اپنے بندوں کو نوازتا ہے۔ اور اُن کی ہر برائی، ہر غفلت، ہر لاپروائی سے بے نیاز ہو کر نوازتا ہے وہ یہ نہیں دیکھتا کہ کون کتنا بُرا ہے؟ اور کتنا گناہ گار ہے؟

وہ بس یہ دیکھتا ہے کہ یہ "میرا" بندہ ہے، اسے دینے والا صرف میں ہوں، یہ مجھ سے مانگ رہا ہے، اسے میرے سوا کوئی نہیں دے گا......اور وہ سچ مچ اُسے دیتا ہے، اُسے نوازتا ہے! اور کبھی کبھی تو اللہ اپنے گنہگار بندوں کو بنا مانگے ہی سب کچھ دے دیتا ہے، اُنہیں اُن کی توقعات سے بڑھ کے نواز دیتا ہے، یہاں تک کہ بندہ بے یقین سا ہو کے رہ جاتا ہے اور یہ سوچنے پہ مجبور ہو جاتا ہے کہ "کیا میں اللہ کی اس قدر مہربانیوں کے قابل تھا؟" اور جب اپنے ضمیر سے اس سوال کا جواب "نفی" میں ملتا ہے تو انسان شرمساری اور ندامت کے باعث کچھ کہہ ہی نہیں پاتا اور وہ مان لیتا ہے کہ میں حقیقتاً اس قابل نہیں تھا جس قابل مجھے میرے رب نے بنا دیا ہے......اور میں بھی اللہ کے انہی گنہگار بندوں میں شمار ہوتی ہوں جنہیں اللہ بن مانگے نواز دیتا ہے، میں بھی اکثر یہی سوچتی ہوں کہ میں اللہ کی اس قدر مہربانیوں کے قابل ہرگز نہیں تھی......ایک ہی سال میں میری دو کتابوں کی اشاعت؟ میں کبھی سوچ بھی نہیں سکتی تھی مگر پھر بھی اللہ نے سب ممکن بنا دیا......"جنت دو قدم" میرا ایک ایسا افسانہ ہے جو میرے ناولز سے بھی زیادہ پسند کیا گیا تھا جس کو پڑھنے کے بعد بہت سی رائٹرز اور بہت سی قارئین بہنوں نے باقاعدہ فون کالز کر کے اور باقاعدہ خطوط لکھ کر مجھ سے اس کی پسندیدگی کا اظہار کیا تھا اور میری کاوش کو بے حد سراہا تھا جس پہ مجھے بہت خوشی ہوئی تھی اور میری بہت زیادہ خواہش تھی کہ میرا یہ افسانہ میری کتاب میں شامل ہو اور میری کتاب اسی افسانے کے عنوان سے منظرِ عام پہ آئے......اور میری اس خواہش کو "ادارہ علم و عرفان" نے پایہ تکمیل تک پہنچا کر مجھے بے پناہ خوشی سے ہمکنار کر دیا ہے جس کے لیے میں ادارہ علم و عرفان کے ایک انتہائی اہم رکن جناب گل فراز صاحب کی بے حد شکر گزار ہوں کہ انہوں نے مجھے اپنی خواہش پوری کرنے کا موقع فراہم کیا اور میرے اس افسانے کو ہمیشہ کے لیے یادگار بنا دیا ہے اللہ تعالیٰ اس ادارے کو مزید ترقی اور کامیابی عطا کرے (آمین)

آپ سب کی دُعاؤں کی طالب

"نبیلہ عزیز"

(ڈھلیان شریف ڈنگہ)

جنت دو قدم

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے۔

''نفس زرد کتا ہے! اور جب ایک کتا بے لگام اور منہ زور ہو جاتا ہے تو وہ اپنے پرائے کی، اچھائی برائی کی اور گناہ ثواب کی تمیز بھول جاتا ہے وہ یہ نہیں دیکھتا کہ کس پہ بھونک رہا ہے؟ کس کو کاٹ رہا ہے؟ اور کیا کر رہا ہے؟ کیونکہ وہ ہر احساس سے بے بہرہ اور اندھا ہو چکا ہوتا ہے اور اپنے ساتھ ساتھ اس آدمی کو بھی اندھا کر ڈالتا ہے جو اسے اپنے جسم کے اندر اور اپنے جذبات کے اندر پرورش دیتا ہے اور سب سے زیادہ نقصان بھی اسی آدمی کا ہوتا ہے۔''

جب یہ زرد کتا اپنی ہوس، اپنی آگ، اپنی بھوک مٹا لیتا ہے تو پھر اک لمبی اور گہری نیند سو جاتا ہے لیکن یہ لمبی اور گہری نیند سونے سے پہلے انسان کے ضمیر کی آنکھ کو جگا دیتا ہے وہ آنکھ جس میں ایسی بصیرت ہوتی ہے کہ پوری دنیا کی نظریں خود پہ محسوس ہونے لگتی ہیں ہر آنکھ ہمیں کھوجتی نظر آتی ہے اپنا آپ بُرا اور غلیظ لگنے لگتا ہے اپنے وجود سے گھن آنے لگتی ہے اپنی ذات ''داغ شدہ'' محسوس ہوتی ہے۔

تاریکیوں کے سوا کچھ دکھائی نہیں دیتا، کہیں جائے پناہ نہیں ملتی، کہیں سکون نہیں ملتا اور تب انسان کچھ بھی نہیں کر سکتا نہ اس زرد کتے کا کچھ بگاڑ سکتا ہے اور نہ ہی اپنے ضمیر کی آنکھ بند کر سکتا ہے شاید اس لئے کہ آنکھ ایک (بار بند ہو) جائے تو پھر سمجھ لینا چاہئے کہ یا تو انسان مر گیا ہے یا پھر ضمیر مر گیا ہے۔

اور یہیں پہ آ کر میرا جینا اور مرنا دوبھر ہو گیا تھا کیونکہ ابھی تک شاید (شاید اس لئے کہہ رہا ہوں کہ مجھے ابھی بھی پکا یقین نہیں ہے) میں بھی زندہ تھا اور میرا ضمیر بھی! ابھی دونوں میں سے کوئی بھی ''مردہ'' نہیں ہوا تھا کہ (کچھ محسوس ہی نہ ہوتا) مجھے اپنا آپ کیچڑ اور غلاظت میں لت پت نظر آ رہا تھا۔

مجھے اپنے آپ سے گھن آ رہی تھی اپنے وجود سے کراہت کا احساس ہوتا تھا میں آئینہ دیکھتا تو میری آنکھیں آئینے کو سیاہ کر دیتی تھیں میں اپنی صورت بھی نہیں دیکھ پاتا۔ میں گہری تاریکی اور پستی میں گر چکا تھا۔

فرشتے مجھ پہ لعنت بھیجتے تھے، آسمان مجھے حقارت سے دیکھتا تھا زمین مجھے عذاب سمجھتی تھی کیونکہ میں نے زرد کتے کا کہا مانا تھا اور زرد کتے کا کہا ماننے والا کبھی سکون اور راحت نہیں پا سکتا کبھی قابل احترام نہیں ہو سکتا! بہت پہلے میں نے کہیں پڑھا تھا کہ ''جنت دو قدم'' ہے اور میں یہ پڑھ کر حیران ہوا تھا کہ جنت دو قدم کیسے ہو سکتی ہے؟ پھر میں نے اس عنوان کے نیچے درج پیراگراف کو پڑھا کسی بزرگ کا فرمان تھا کہ:

''جنت دو قدم'' ہے اور جواباً کسی شخص نے پوچھا تھا کہ ''جنت دو قدم'' کیسے ہو سکتی ہے؟'' تو بزرگ نے فرمایا۔

''ایک قدم تم اپنے نفس پہ رکھ دو تو دوسرا قدم خود بخود جنت میں پہنچ جائے گا۔''

مجھ پہ ادراک ہوا تھا کہ نفس کو کچلنا ایک امتحان ہے۔ پل صراط پہ چلنے کے مترادف ہے لیکن پھر بھی میں نفس کا اندھا ہی رہا تھا نفس مجھے کچل گیا تھا مجھے پل صراط پر سے گرا گیا تھا بھانبھڑ مچاتے شعلوں میں! اور میں جلنے کے لئے رہ گیا تھا، میں جنت کے دو قدم گنوا چکا تھا، میں گمراہ ہو گیا تھا میں نفس پہ قدم نہیں رکھ سکا تھا میں زرد کتے کو نہیں مار سکا تھا میں نے اپنا ہی نقصان نہیں کیا تھا بلکہ کسی کی عزت چھین لی تھی کسی پہ ناجائز و ناحق تسلط جمایا تھا۔ کسی کے جسم سے کھیل کھیلا تھا۔ بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ زرد کتا میرے ساتھ کھیل کھیل گیا تھا اور میں سب کچھ کھو بیٹھا تھا۔

❁......❁......❁

میرے کپڑے پریس ہو گئے؟ میں نے سیڑھیاں چڑھتے ہوئے ذرا کی ذرا ٹھہر کر ماسی حمیدہ سے پوچھا تھا کیونکہ میں جاگنگ پہ جانے سے پہلے انہیں کپڑے پریس کرنے کا کہہ گیا تھا۔

''جی صاحب گلو سے کہہ دیا تھا اس نے کر دیے ہوں گے۔'' گلنار، ماسی حمیدہ کی لاڈلی اور محنتی بیٹی تھی جسے کبھی کبھار پیار سے وہ گلو کہتی تھیں اور گلو حقیقتاً گلنار ہی تھی انار کے پھول جیسی خوبصورت۔

ماسی نے مجھ سے کہا تھا کہ میں اس کے لئے کوئی اچھا سا لڑکا دیکھوں تا کہ وہ اپنی گلو کی شادی سے فارغ ہو سکیں اور میں نے دیکھا بھی تھا لیکن وہ ماسی کو پسند نہیں آیا تھا کیونکہ وہ لڑکا خاصا لا ابالی تھا اور لا ابالی تو ماسی کی گلو بھی تھی شاید اسی لئے ماسی کو اعتراض ہوا تھا کہ دو لا ابالی زندگی کی گاڑی آسانی سے نہیں چلا سکتے ایک کو ذمہ دار اور سمجھ دار ہونا چاہئے بہر حال کوئی مل ہی جاتا دنیا میں لڑکوں کی کمی تو نہ تھی اور ویسے بھی ماسی کے کہنے پہ میری تلاش ابھی بھی جاری تھی جو گلو کے لیے ماسی کے سٹینڈرڈ کا لڑکا ڈھونڈ سکتی۔

''صاحب جوتے بھی پالش کر دوں؟'' میرے خیال کا تسلسل گلنار کی آواز سے ٹوٹا تھا میں نے ریک میں رکھے جوتے دیکھے سب پہ گرد نظر آ رہی تھی جبھی اس کی آفر قبول کرنا پڑی......

''براؤن شوز کر دو بلیک رہنے دو۔'' میں اپنے جاگرز کے تسمے کھولتے ہوئے بتا رہا تھا وہ برش اور پالش لے کر قالین پہ ڈٹ کے بیٹھ گئی تھی اور یہی اس کے محنتی ہونے کا ثبوت تھا کہ وہ خود کام ڈھونڈ ڈھانڈ کے نکال لیتی تھی اور پھر جی جان سے جت جاتی تھی وہ ایسے لاپروا اور مگن انداز میں کام کرتی کہ پتہ ہی نہیں چلتا تھا اور وہ تھکتی بھی نہیں تھی اگر تھکی ہوتی تو اس طرح ایک ایک شوز کو رگڑ رگڑ نہ چمکا رہی ہوتی۔

ماسی کہتی تھیں کہ اس میں ہڈی نہیں ہے صرف ماس ہی ماس ہے اور ہم ماسی کی بات پہ ہمیشہ مسکرا دیتے تھے جو اپنی ہی بیٹی کو تاڑتی رہتی تھی اور جواباً گلنار بی بی کا کہنا ہوتا تھا۔

''ہاں سارا ماس میں نے لے لیا ہے اور ہڈیاں اپنی اماں کو دے دی ہیں۔'' کیونکہ ماسی کافی دھان پان قسم کی تھیں جبکہ گلنار بی بی حد درجہ گداز تھیں اور اسی میں اس کی خوبصورتی اور معصومیت تھی۔

میں واش روم سے شاور لے کر نکلا تو وہ میری تمام چیزیں سیٹ کر کے رکھ گئی تھی اور کمرہ بھی سنوار گئی تھی میں تیار ہونے لگا مجھے آج آفس میں ایک اہم میٹنگ اٹینڈ کرنا تھی اور میٹنگ کے فوراً بعد سائٹ پہ جانا تھا پھر شام کو زری آپا کے ساتھ میٹنگ کا ارادہ تھا جس میں مجھے ان سے فائنلی بات کرنا

تھی اپنی شادی کے متعلق، اپنے اور علیزہ کے متعلق اور......اور اپنی محبت کے متعلق......

کیونکہ میں علیزہ کو بہت پسند کرتا تھا مجھے اس سے بے پناہ محبت تھی جبکہ زری آپا میرے لئے اپنی نند کو پسند کئے بیٹھی تھیں اور مسئلہ یہ تھا کہ اس پسند کو میرے بہنوئی فرحان صاحب بھی جانتے تھے اس لئے میرا انکار مہنگا بھی پڑ سکتا تھا اگر وہ طیش میں آ جاتے تو مجھے علیزہ سے یقیناً ہاتھ دھونا پڑ سکتے تھے خیر اللہ کا نام لے کر آج کے دن کا آغاز کیا تھا اب دیکھنا یہ تھا کہ ہوتا کیا ہے؟

⊛......⊛......⊛

دن کا آغاز اللہ کا نام لے کر کریں اور کام نہ ہو؟ یہ ہو ہی نہیں سکتا! میں نے دن بے حد مصروفیت میں گزارا تھا جس کی وجہ سے کچھ تھکن بھی ہو چکی تھی لیکن اس کے باوجود زری آپا کی آمد اور ان سے میٹنگ کے وقت میں خاصا چاق و چوبند تھا اور اپنا کیس ایک منجھے ہوئے وکیل کی طرح لڑا تھا جس کے نتیجے میں کیس فرحان صاحب کی رائے تک ملتوی کر دیا گیا تھا تاکہ ان سے پوچھ لیا جائے کہ ان کو اپنی بہن سے رشتہ نہ کرنے پہ "طیش" تو نہیں آئے گا اور اگر ان کا جواب نہیں میں ہوا تو پھر علیزہ بخاری میری ہوگی۔

میں نے دل ہی دل میں ہزاروں منتیں مان لی تھیں ویسے بھی میں پرہیزگار اور نمازی ٹائپ بندہ تھا اٹھارہ سال کی عمر سے پنجگانہ نماز ادا کرتا آ رہا تھا اکثر لوگ جو میرے حلقہ احباب میں شمار ہوتے تھے میری نماز کی پابندی اور عادت کی پختگی دیکھ کر حیران رہ جاتے تھے کیونکہ جب بھی نماز کا وقت ہوتا تھا میں اہم سے اہم کام بھی ترک کر دیتا تھا۔

اس کے علاوہ سگریٹ، شراب اور عورتوں سے ناجائز تعلقات سے ریکارڈ قائم کرنے کی حد تک دور بھاگتا تھا اور ان چیزوں کو نظر بھر کے دیکھنے اور استعمال کرنے کا کبھی بھولے سے بھی نہیں سوچا تھا یہی وجہ تھی کہ میں نے اکثریت کی آنکھوں میں اپنے لئے ستائش دیکھی تھی اور ان ہی بہت سی آنکھوں میں، میں نے دو آنکھیں ایسی بھی دیکھیں تھیں جن میں میرے لئے محبت تھی، والہانہ پن تھا، لپکتی ہوئی چاہت تھی اور یہ آنکھیں......میری علیزہ کی آنکھیں تھیں جن کو میں اپنے نام لکھنا چاہتا تھا اپنی دسترس میں اپنی قربت میں لانا چاہتا تھا۔

میری اس چاہت میں فرحان صاحب......سوری......"فرحان بھائی" ڈھال بن گئے تھے انہوں نے فیصلہ میرے حق میں لکھ دیا تھا اور میرے قدم ہواؤں میں پڑ رہے تھے خوشی سے دیوانہ ہو رہا تھا اور میری اس خوشی میں سبھی شریک ہو رہے تھے زری آپا فرحان بھائی، ماسی حمیدہ اس کے بیٹے اور گلنار بھی! میں نے سب کو مٹھائی لا کر دی اور خود علیزہ کو فون کرنے چل دیا تھا۔

کیونکہ کل زری آپا، فرحان بھائی اور پھپھو نے ان کے گھر جانا تھا پھپھو لاہور میں رہتی تھیں وہ کل صبح کی فلائٹ سے صرف میری خاطر کراچی آ رہی تھیں علیزہ میری کلاس فیلو ہی نہیں میرے بابا کے دوست کی بیٹی بھی تھی اور میرا آئیڈیل بھی، اس کی محبت میرے لئے فخر تھی، میرے شریک سفر کو ایسا ہی ہونا چاہئے تھا اور اب سب کی رضامندی نے ریلیکس ہی نہیں بلکہ سرشار کر دیا تھا میں حد سے زیادہ خوش تھا بے انتہا خوش۔

⊛......⊛......⊛

''ولید! زری آپا شادی پہ اصرار کر رہی تھی لیکن......''

''لیکن کیا؟''علیز ہ کو لفظ لیکن پہ ٹھہرتے دیکھ کر میں نے فوراً استفسار کیا تھا وہ بات کرتے ہوئے کچھ جھجک کا شکار ہو رہی تھی آج اتفاقاً وہ اپنی ممی کے ساتھ مارکیٹ میں نظر آ گئی تھی اور میں آنٹی سے اجازت لے کر اسے اپنے ساتھ لنچ کے لئے لے آیا تھا۔

''بولو نا علیز ہ لیکن کیا؟''میں نے اپنے روبرو بیٹھی بے چینی سے ہاتھ مسلتی علیزہ کو بات مکمل کرنے پہ اکسایا تھا۔

''تم جانتے ہو پچھلے چند ماہ سے پاپا کا بزنس کافی کرائسس کا شکار رہا اب چند دنوں سے حالات سنبھلے ہیں تو پاپا چاہتے ہیں کہ دو تین ماہ تک وہ اپنے بزنس پہ توجہ دیں اور بعد میں شادی کی تیاری کریں۔''بالآخر اس نے کہہ ہی دیا تھا اور میں کچھ سنبھل کے گویا ہوا۔

''دیکھو علیز ہ، زری آپا بھی اپنی جگہ درست ہیں دراصل فرحان بھائی کے پوسٹنگ آرڈرز متوقع ہیں اور اگر وہ کہیں چلے گئے تو شادی کے انتظام کون کرے گا؟ زری آپا کے سوا تو میرا اور کوئی سگا رشتہ ہی نہیں ہے......''

''وہ سب تو ٹھیک ہے لیکن ولید، ممی پاپا اس شادی کے مسئلے پہ بہت پریشان ہیں اور ان کی پریشانی مجھے ٹینشن دے رہی ہے پلیز آپ ابھی شادی کا مسئلہ ملتوی کر دیں۔''علیز ہ کافی سنجیدگی سے کہہ رہی تھی اور میں اتنی سنجیدگی افورڈ نہیں کر سکتا تھا مجھے اس کا ہنستا مسکراتا فریش چہرہ اچھا لگتا تھا۔

''ڈونٹ وری یار! کچھ نہیں ہوتا میں عجلت دکھا کر اپنی دلہن کو ڈسٹرب نہیں کر سکتا ویسا ہی ہو گا جیسا تم چاہو گی۔''ویٹر کے آنے تک میں اسے ہر ٹینشن سے آزاد کر چکا تھا وہ یکدم ہلکی پھلکی نظر آنے لگی تھی۔

''آپ بہت اچھے ہیں......''

''میں جانتا ہوں۔''اس کی بے ساختہ تعریف کرنے پہ میں نے برجستہ جواب دیا تو وہ یکدم کھلکھلا کر ہنسی تھی۔

''کافی ذہین بھی ہیں۔''

''اب نہیں رہا۔''

''کیوں؟''

''بھئی منگیتر والا جو ہو گیا ہوں یعنی منگنی شدہ اور یہاں جب کوئی''شدہ''ہو جاتا ہے۔تو اس کی عقل ماری جاتی ہے۔وہ اس کی تفصیل شدہ بات پہ اور زیادہ ہنسی تھی۔''

''لگتا ہے فلاسفر ہو گئے ہیں؟''

''شادی اور منگنی کے بعد بندہ یا تو پاگل ہو جاتا ہے یا پھر فلاسفر کیونکہ فلسفے اور پاگل پن کے درمیان ایک باریک سا پردہ ہوتا ہے جب وہ پردہ پھٹ جاتا ہے تو بندہ یا تو پاگل پن میں کود جاتا ہے یا فلسفے میں! اور میں یقیناً فلسفے کی سمت آ گیا ہوں بہرحال تم بے فکر رہو نہ شادی دور ہے نہ پاگل پن دونوں کام ہو جائیں گے۔''میں نے جوس کا گلاس اٹھاتے ہوئے شرارت سے دیکھا وہ میری باتوں سے جی بھر کر محظوظ ہو رہی تھی اور میں بھی یہی چاہتا تھا کہ وہ ٹینشن فری ہو جائے......

''یعنی مجھ سے شادی کر کے آپ پاگل ہو جائیں گے کیا میں اتنی بُری ہوں!'' اس نے مجھے گھور کے کہا تھا۔

''ارے یہ میں نے کب کہا اب تو تمہاری باری ہے میں فلاسفر ہوا ہوں تو کسی کو پاگل بھی تو ہونا ہے اسی لئے تو کہا ہے دونوں کام ہو جائیں گے۔'' میں نے یکدم اپنی بات کو نیا رخ دے دیا تھا اور وہ میری بات پہ اپنی ہنسی کنٹرول نہیں کر پائی تھی۔

''سچ کہتے ہیں کہ مرد کے پاس باتوں کے جال کبھی ختم نہیں ہوتے اور عورت مچھلیوں کی طرح پھنس جاتی ہے۔'' وہ کرسی دھکیل کر کھڑی ہو گئی تھی اور میں بل پے کر کے اس کے پیچھے ہی نکل آیا تھا۔

علیزہ مجھ سے دو قدم آگے چل رہی تھی ریسٹورنٹ کی سیڑھیاں اترتے ہوئے بے ارادہ ہی میری نظر سامنے سے آتی لڑکی پہ ٹھہر گئی تھی وہ ایک غیر معمولی حسن کی مالک تھی لیکن انتہائی سادہ لباس اور اسکارف میں ملبوس تھی اس کا ملکوتی حسن ہر دیکھنے والی نگاہ کو مبہوت کر رہا تھا جس کے باعث کئی قدم ٹھٹک جانے پہ مجبور ہو رہے تھے اور میں بھی اتنے غیر معمولی حسن کو دیکھ کر چونک گیا تھا میرے قدموں میں بھی ''توقف'' آیا تھا میری نظریں بھی مچل گئی تھیں اور شاید ایک آدھی ہارٹ بیٹ بھی مس ہوئی تھی لیکن صرف اک لمحے کے لئے......

اس سے زیادہ کا میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا یا پھر میرے پاس سوچنے کا وقت ہی نہیں تھا وہ لڑکی پاس سے گزر کر جا چکی تھی جبکہ علیزہ کسی گہری سوچ میں اتر گئی تھی اپنی گاڑی کا لاک کھولتے ہوئے وہ میری سمت پلٹی۔

''ولید! یہ مرد ہر چہرے پہ کیوں فدا ہو جاتے ہیں؟'' وہ یقیناً مجھے اس لڑکی کو دیکھتے ہوئے دیکھ چکی تھی اس کی آنکھوں میں بڑا سنجیدہ پن تھا میں سمجھ گیا تھا کہ یہ سوال کیوں پیدا ہوا ہے؟

''جہاں تک میری سوچ کا پوچھتی ہو تو میں یہی کہوں گا کہ مرد ہر چہرے پہ فدا نہیں ہوتا بلکہ مرد کا نفس ہر چہرے پہ فدا ہوتا ہے ہر خوبصورتی پہ مرمٹتا ہے اور کبھی کبھی تو یہ نفس اس قدر زور آور ہو جاتا ہے کہ چہرے بھی نہیں دیکھتا وگرنہ تو خود مرد صرف ایک ہی چہرے کا عاشق ہوتا ہے اور ایک ہی چہرے پہ فدا ہوتا ہے یہاں تک کہ جان لٹا دیتا ہے۔'' میں نے حقیقتاً ایک سچی کھری بات کہی تھی کبھی کبھی مرد صرف جسم دیکھتا ہے اور کبھی کبھی چہرے، جن کو دیکھ کر مرد کے اندر ضمیر کی کھونٹی سے بندھا رہنے والا زرد کتا (نفس) کان اٹھا لیتا ہے دم ہلانے لگتا ہے۔

جیسے ابھی ابھی اس لڑکی کو دیکھ کر میرے اندر اس زرد کتے نے دُم ہلائی تھی، غرغرایا تھا، بھونکنا چاہا تھا لیکن مجھے فی الحال اس کتے پہ اختیار تھا میں نے اسے خاموشی سے اپنے پاؤں سے دبا دیا تھا مگر یہ کتا ''ہمیشہ'' ہی دب جائے؟ کبھی ہو ہی نہیں سکتا۔

جو مرد اور عورتیں اسے ہمیشہ دبا لیتے ہیں، اس کا گلا گھونٹ دیتے ہیں وہ بہت عظیم اور طاقتور لوگ ہوتے ہیں اور میں ایسے عظیم اور طاقتور لوگوں میں شامل نہیں ہو سکا تھا میں تو اس کتے کے ہاتھوں اندھی کھائی میں گرا تھا اور ایسی چوٹ آئی تھی کہ مرہم کی تمنا بھی شرمندگی اور ندامت کا باعث لگتی تھی۔

''گلنار! یہ سارے کپڑے اٹھا کر صاحب کے کمرے میں جو اٹیچی رکھا ہے اس میں رکھ آؤ۔'' زری آپا اپنی طرف سے بری کی شاپنگ شروع کر چکی تھی ان کا خیال تھا کہ جو چیزیں زیادہ ٹائم لیتی ہیں وہ پہلے ہی بنوا لینی چاہئیں جن میں علیزہ کے ڈریسز اور زیورات شامل تھے۔

آج وہ علیزہ کو لے کر اس کے پسندیدہ بوتیک پہ گئی ہوئی تھیں اور میں دن بھر ان کے ساتھ خوار ہوتا رہا تھا گھر آتے ہی صوفے پہ نیم دراز ہو گیا تھا اور زری آپا، گلنار کے ساتھ مل کر شاپنگ کا پھیلاوا سمیٹنے لگی تھیں وہ کپڑے میرے کمرے میں پہنچا کر دوبارہ آ گئی تھی۔

''آپ تھک گئی ہوں گی آپا جی میں آپ کا سر دبا دیتی ہوں۔'' اس کی بات پہ میں اور زری آپا بیک وقت ہنسے تھے۔

''کیا ہوا آپا جی؟'' وہ ہماری ہنسی سے ہونق بن گئی تھی۔

''پگلی جب کوئی تھک جائے تو پاؤں اور ٹانگیں دبائی جاتی ہیں سر نہیں۔'' زری آپا نے اس کے گال پہ چپکی دی۔

''تو میں پاؤں دبا دیتی ہوں۔'' وہ جھٹ سے ان کے قریب بیٹھ گئی تھی۔

''ارے نہیں ایسی بھی تھکن نہیں ہوئی بس تم چائے لے کر آؤ فرحان آتے ہی ہوں گے مجھے گھر جانا ہے کافی لیٹ ہو چکی ہوں۔'' اس نے زری آپا کو چائے پلائی اور وہ فرحان بھائی کے ساتھ گھر چلی گئیں۔

میں وہیں صوفے پہ آڑا ترچھا لیٹا رہا تھا۔

''صاحب آپ کے پاؤں دبا دوں؟'' وہ اب میری سمت متوجہ ہو چکی تھی۔

''نہیں نہیں بس ٹھیک ہے تم اپنا کام کرو۔'' میں نے ریموٹ اٹھا کر نیوز چینل سرچ کیا اور گلنار کو وہاں سے جانے کا سگنل دیا تھا۔ ابھی وہ باہر کو قدم بڑھا ہی رہی تھی کہ شارق نے دھاوا بول دیا تھا۔

''گلنار صاحبہ آج میرے کھانے کا انتظام بھی یہیں کر دینا میرا جانے کا کوئی ارادہ نہیں ہے۔'' شارق نے باہر نکلتی گنار سے کہا تھا وہ میرا اکلوتا دوست اور ہمراز تھا اکثر میرے گھر آتا رہتا تھا اور گلنار کا کافی مذاق اڑاتا تھا ایک تو وہ کافی گداز یعنی صحت مند تھی اور پھر اس کی معصومیت میں خوبصورتی رچی تھی۔

اس کے علاوہ اس کا نام بھی کافی دلکش تھا اور وہ کہتا تھا کہ گلو چلتی پھرتی معصوم شہزادی ہے بس بھولے سے اک ملازم کے گھر پیدا ہو گئی ہے۔

''جی صاحب کر دوں گی۔''

''جیتی رہو میری بچی اللہ تمہیں صحت مند رکھے۔''

وہ اسے چھیڑتا ہوا میری طرف آ گیا تھا اور آتے ہی مجھے ٹھوکر ماری تھی۔

''ذلیل، کمینے شادی کی تیاریاں بھی شروع کر دیں اور مجھے بتایا بھی نہیں۔'' اس نے چھوٹتے ہی شکوہ داغ دیا۔

''ارے ابھی تو صرف زری آپا کی تیاریاں شروع ہوئی ہیں باقی سب کچھ تو تمہیں بتانے اور ڈیٹ طے ہونے کے بعد ہی ہوگا نا؟''

''اوئے طوطا چشم میں تیری ساری بہانے بازیاں جانتا ہوں تو بس اپنے مطلب کے وقت ''یار'' بنتا ہے اس وقت تو بار بار میری یاد آتی تھی جب

مس علیزہ بخاری سے اظہار محبت جھاڑتا تھا اور آج خبر ہی نہیں، ہرجائی میاں مٹھو۔'' وہ مجھے عجیب وغریب لقب دے رہا تھا اور میں اسے گھورنے لگا۔

''کہیں پی کر تو نہیں آئے؟'' میں نے مشکوک لہجے میں دریافت کیا تھا۔

''پی کر آتا تو کسی لڑکی کے پاس جاتا تیرے جیسے چھ فٹے مرد کے پاس کیوں آتا؟'' اس کی بات پہ میرا قہقہہ بڑا بے ساختہ تھا اب وہ مجھے گھور رہا تھا۔

''لگتا ہے آج کسی نے لفٹ نہیں کروائی بے چارے کو؟'' میں نے اس کی پھڑکتی ہوئی رگ پہ ہاتھ رکھا اس کا کام لڑکیوں کی زلفوں سے کھیلنا تھا اور میں ہمیشہ اسے روکنے اور سمجھانے کی کوششیں کرتا رہ جاتا تھا۔

''لفٹ؟'' وہ جی کھول کر ہنسا۔

''تم جانتے ہو ولید واسطی، شارق گیلانی لفٹ لیتا نہیں دیتا ہے۔'' وہ میرے برابر بیٹھتے ہوئے فخریہ انداز میں کہہ رہا تھا لہجے میں سرشاری تھی (برائی کی سرشاری)

''اسی لئے تو کہتا ہوں لینا بھی چھوڑ دو، دینا بھی چھوڑ دو، جرم انسان کو برباد کر دیتا ہے سیدھے رستے پہ آجاؤ......'' میں نے اسے سمجھانے کی ایک اور کوشش کی جو ہمیشہ کی طرح سعی لاحاصل ٹھہری تھی وہ صوفے پہ بازو پھیلاتے ہوئے بڑے مگن اور دلکش لہجے میں بولا تھا۔

پسند اللہ کو کیا جانے کیا آجائے اے زاہد!

مجھ کو شرم گناہ، تجھ کو تکبر ہے عبادت کا

اس کا شعر میرے اعصاب پہ بم کی طرح گرا تھا میں دہل سا گیا تھا۔

''یہ کیا بولتے رہتے ہو اللہ معاف کرے، میں کب تکبر کر رہا ہوں صرف تمہیں سمجھانے کے لئے کہا ہے۔''

''یار ولید بات سیدھی سی ہے دوسروں کو سمجھانا بہت آسان ہوتا ہے جبکہ خود سمجھنا بہت مشکل! بیشک تم نمازی ہو، پرہیز گار ہو، اللہ کو چاہنے اور اللہ کا حکم ماننے والے ہو لیکن تمہاری ان سب باتوں کا مزا تو تب آئے گا جب تم پہ کبھی اللہ نے آزمائش کا وقت ڈال دیا پھر دیکھیں گے تمہاری عبادتوں کا اثر، ویسے یار عبادت میں صداقت نہ ہو تو اللہ عبادتیں واپس پھیر دیتا ہے۔'' شارق عجیب لاپروائی سے کہتا مجھے دہلا رہا تھا میرے اندر کا کمزور انسان مزید کمزور ہونے لگا تھا۔

''یار میں تو ہمیشہ تمہیں سیدھی راہ......''

''دیکھو ولید تم اچھے ہو! ہمیشہ اچھے ہی رہو لیکن اپنی اچھائی اور عبادتوں سے ہمیں شرمندہ تو مت کیا کرو سیدھی راہ صرف مصلا بچھا لینے سے نہیں ملتی اس کے لئے دل اور نیت کو بھی سیدھا پھیلانا پڑتا ہے جو فی الحال ممکن نہیں جب ہوا کر لیں گے۔ تم اللہ کے سامنے اپنے لئے جوابدہ ہو گے ہمارے لئے نہیں۔'' اس نے بہت سنجیدگی سے مجھے ٹوکا تھا۔

''وہ سب یہی سمجھتے تھے کہ اگر میں نماز پڑھتا ہوں اور حرام چیزوں سے دور بھاگتا ہوں تو اپنے آپ کو بہت اچھا، باکردار اور نیک سمجھتا

ہوں اور باقی سب میری نظروں میں حقیر سے انسان ہیں جبکہ ایسا بالکل نہیں تھا میں تو بہت ہی کمزور انسان تھا نہ جانے اپنی اس پرہیزگاری کے پردے میں اپنا کونسا پہلو چھپا رہا تھا اور اچھا بننا چاہتا تھا لیکن یہ لوگ...... ہائے...... یہ لوگ! نہ اچھا بننے والے کو چھوڑتے ہیں نہ بُرا بننے والے کو! اپنی وے لوگوں کا کیا ہے کسی کو خوش اور مطمئن نہیں ہونے دیتے ان کی باتوں پہ دھیان نہیں دینا چاہئے ہمیں اپنی زندگی جینا ہے اور لوگوں کو اپنی زندگی......!''

⊛......⊛......⊛

اور کبھی کبھی یہ بھی ہوتا ہے کہ اپنی زندگی بھی اپنی نہیں رہتی لوگوں کی ہو جاتی ہے اور یہ صرف ہماری غلطی اور گناہوں کی وجہ سے ہوتا ہے۔

مجھ سے بھی ایک گناہ ہوا تھا، میں اندھا ہو گیا تھا مجھے سیاہ و سفید بھول گئے تھے مجھ پہ شیطان حاوی ہو گیا تھا اور اس شیطان نے سوئے ہوئے زرد کتے کو جگا دیا تھا جو مجھے اور میری ذات کو کھا گیا تھا۔

جس نے ولید واسطی کی شخصیت کو مسخ کر کے رکھ دیا تھا جس نے مجھے پاتال میں گرا دیا تھا اور میں آج بھی اس وقت پہ پچھتاتا ہوں جب وہ میرے پاس آئی تھی......

یہ ان دنوں کی بات ہے جب زری آپا دو ماہ پہلے ہی میری شادی کی تیاریاں کر رہی تھیں وہ روزانہ صبح بچوں کو اسکول بھیج کر یہاں آجاتی تھیں اور سب کام نپٹا کر شام کو چلی جاتی تھیں۔

یہاں کے کافی کام ماسی حمیدہ اور گلنار نے بھی سنبھال رکھے تھے پورے گھر کی صفائی ستھرائی اور جھاڑ پونچھ بھی ہو رہی تھی اس روز بھی زری آپا اور ماسی حمیدہ واشنگ مشین لگا کر پردے، بیڈشیٹس، کشن کور اور تکیوں کے کور دھو دھو کر پھیلائے جا رہی تھیں جبکہ گلو خشک ہو جانے والے کپڑوں کو استری کرنے کا کام سرانجام دے رہی تھی عصر کے قریب کچھ کام نپٹا ہی تھا کہ ماسی حمیدہ کے گاؤں سے قریبی عزیز کی فوتگی کی اطلاع آ گئی سو وہ آناً فاناً چھوٹے کو ساتھ لے کر گاؤں چلی گئیں اور دس گیارہ سالہ اجی کو گلنار کے پاس چھوڑ گئیں۔

سب کاموں سے فارغ ہو کر گلو نے کھانا بنایا اور رون بھر کے بکھرے ہوئے کپڑے سمیٹنے لگی میں کھانا کھانے کے بعد ڈرائنگ روم میں ہی آ بیٹھا تھا اور ٹی وی آن کر لیا وہ اپنے کام ختم کر کے جا چکی تھی اور میں ٹی وی دیکھتے دیکھتے وہیں نیم دراز ہو گیا تھا۔

مجھے نہیں خبر کہ کب میری آنکھ لگی اور کب بارش اور طوفان نے ہلہ بول دیا اچانک زوردار دھماکے پہ میری آنکھ کھلی تھی ڈرائنگ روم کی کھڑکی کے پٹ زوردار طریقے سے آپس میں ٹکرائے اور دراڑ پڑنے کی وجہ سے شیشہ ٹوٹ کے بکھر گیا تھا۔

''اتنا شدید طوفان ہے؟'' میں نے ٹی وی بند کرتے ہوئے قریب جا کر کھڑکی بھی بند کرنا چاہی۔

''صاحب یہ کپڑے......'' میرے پیچھے گلنار کی پھولی ہوئی سانسوں بھری آواز ابھری میں نے حیرت سے مڑ کر دیکھا۔

''کچھ کپڑے اوپر ہی رہ گئے تھے سوچا طوفان سے کہیں اُڑ جائیں گے اسی لئے جا کر لے آئیں یہاں رکھ دوں سارے بھیگے ہوئے ہیں؟'' اس نے فرش پہ ایک کونے کی طرف اشارہ کیا کیونکہ باقی سب دروازے تو اس وقت بند تھے......

''صاحب کپڑے رکھ دوں؟'' وہ دُہرا کے بولی جبکہ میری نظریں اس کے نوخیز گداز سراپے کی رعنائی میں اُلجھی ہوئی تھیں اس کی بے خبری

اور لاپروائی کے باعث اس کے کئی پوشیدہ راز کھل رہے تھے اور میری فراموشی کے باعث میرے ضمیر کی کھونٹی سے بندھا زرد کتا بھی کھل گیا تھا اس کتے کی غرغراہٹ میرے کانوں میں سنائی دے رہی تھی وہ دم ہلاتا ہوا کان چوکنے کر کے اپنے چاروں پنجوں پہ کھڑا ہو گیا تھا اس کا بھونکنا شروع ہو چکا تھا۔

میں ہر چیز بھول گیا تھا شیطان نے میرے اندر کے زرد کتے کو خوب بھڑکایا تھا اور میں ہاتھوں کی مٹھیاں بند کرتے ہوئے، گناہ ثواب کا دامن چھوڑ بیٹھا تھا اس کے ہاتھوں سے کپڑے ہٹاتے ہوئے اس کے قریب آ گیا۔ اور پھر ''دو قدم'' کی جنت گنوانے کے لئے قدم اٹھا لیا تھا ایسا قدم جو گناہ تھا۔ جو کیچڑ تھا، غلاظت تھی اور میں اس غلاظت کی دلدل میں اُتر گیا تھا صرف ایک کتے کی ہوس اور آگ بجھانے کے لئے۔ یہاں تک کہ گلو کے تمام احتجاج اور چیخ وپکار دم توڑ گئے وہ بے دم ہو گئی تھی۔

⊛......⊛......⊛

اور پھر اگلی صبح میرے گناہ کی صبح تھی میرے گناہ کی زندگی شروع ہو چکی تھی شیطان خوش ہو چکا تھا اور رات کو چاروں اطراف غرانے والا زرد کتا لمبی اور گہری نیند سو چکا تھا لیکن ضمیر کی آنکھ جاگ گئی تھی اور اس آنکھ کے جاگنے سے، بہت کچھ جاگ گیا تھا۔ گناہ کا احساس، ندامت کا احساس، کچھ کھو دینے کا احساس اور اپنے مقام سے گرنے کا احساس جس کے باعث میرے دل و دماغ میں کانٹے سے اُگ آئے تھے میری سوچ مفلوج ہو چکی تھی۔

میرے کردار، میرے دعوؤں کا قتل ہو چکا تھا میرا صاف ستھرا دامن گند سے بھر گیا تھا اور ساتھ ہی اس لڑکی کو بھی تباہ کر ڈالا تھا جو اپنی معصومیت اور لاپروائی کے ہاتھوں ماری گئی تھی نہ وہ میرے پاس، میرے سامنے لاپرواحلیے میں آتی نہ میرے نفس کی بھوک بے دار ہوتی لیکن شاید اللہ نے اسے میری آزمائش کے لئے بھیجا تھا اور میں اس آزمائش پہ پورا نہیں اتر سکا تھا۔

جب انسان شیطان کے بہکاوے میں آتا ہے تو وہ کبھی بھی اللہ کی آزمائش پہ پورا نہیں اتر سکتا اور جو اللہ کی آزمائش پہ پورا نہیں اترتا وہ سکھ کیسے پا سکتا ہے؟ وہ تو اپنے لئے جہنم کی آگ خریدتا ہے گناہوں کے عوض جہنم ہی مل سکتا ہے جنت تو نہیں۔

سکھ چین اور دائمی خوشیوں کا خزانہ تو اللہ کے ہاتھ میں ہے شیطان کے پاس تو وقتی جذبات کی تسکین اور بربادی کے سوا کچھ بھی نہیں، بربادی بھی ایسی جو کیچڑ میں لت پت کر ڈالے اور دوزخ کا نوالہ بنا ڈالتی ہے اور میں یہ نوالہ بن گیا تھا جس کا ادراک مجھے گناہ کا نشہ اترنے کے بعد ہوا تھا۔

میں نے کھوئے ہوئے انداز میں وال کلاک کی سمت دیکھا رات وقت کے صفحات میں پلٹی جا چکی تھی اور جو چیز پیچھے پلٹ دی جائے وہ نشان ماضی بن جاتی ہے اس وقت اک نئی رات کے لئے ایک نئے دن کا اہتمام ہو رہا تھا اس اہتمام میں ہر ذی روح شریک تھا ہر رنگ موجود تھا ہر احساس پنہاں تھا صرف ولید واسطی نہیں تھا وہ ولید واسطی جسے اپنے آپ پہ اپنے کردار پہ فخر ہوتا تھا شاید یہی فخر مجھے منہ کے بل گرا گیا تھا میں ہر فخر سے خالی ہو گیا تھا خالی ہاتھ، البتہ گناہوں کی پوٹلی کندھوں پہ آ گئی تھی جس کا بوجھ سہارنا میرے لئے بے حد مشکل اور جان لیوا تھا۔

⊛......⊛......⊛

''مجھے کچھ نہیں چاہئے دفع ہو جاؤ یہاں سے۔'' میں حلق کے بل چیخا تھا اور میرا پیون یکدم گھبرا کر کمرے سے نکل گیا تھا۔

میں اپنے دل میں اُبلتے آتش فشاں کے ہاتھوں فرسٹریشن کا شکار ہو چکا تھا میرے دل و دماغ پہ کئی بوجھ آ پڑے تھے میں پاگل ہو رہا تھا گھر میں شادی کی تیاریاں ہو رہی تھیں اور میرے ضمیر میں بربادی کا سا سماں تھا ایک لڑکی کی عزت سے کھیلنے کے بعد دوسری کی زندگی سے کھیلنے جا رہا تھا جو میرے کمزور کردار سے بے خبر مجھے اچھائی کی اونچی مسند پہ بٹھائے میرے ساتھ پہ فخر کر رہی تھی جبکہ دوسری طرف میں اونچی مسند سے گر کر پاش پاش ہو چکا تھا اور اس قدر دور تک بکھرا تھا کہ سمٹنے کی امید اور امکان ہی نہیں بچا تھا۔

ایسے میں غصہ سر پہ سوار ہونے لگتا تھا بات بے بات جھگڑنے لگا تھا اسی کیفیت کو نوٹ کرتے ہوئے علیزہ، زری آپا اور شارق بھی استفسار کر چکے تھے مگر میں اپنا گناہ اپنا جرم کیسے بتاتا؟ کہاں سے اتنا حوصلہ لاتا کہ سب کے سامنے خود کو زمین بوس کر سکتا اپنی غلطی اپنا گناہ دکھا سکتا، کیسے کہتا کہ میں نے کسی کی عزت روندی ہے ماسی حمیدہ کی گلو کا دامن تار تار کیا ہے۔

''کاش میں پاگل ہو جاؤں، کاش میرا دماغ مفلوج ہو جائے۔'' میں نے دونوں ہاتھوں میں سر تھام کے بازو ٹیبل پہ ٹکا دیے تھے اور چند سیکنڈز بعد میرا سیل بجنے لگا تھا۔

سختی سے مٹھیاں بھینچ کر نمبر دیکھا تو سکرین پہ علیزہ کا نام جگمگا رہا تھا لب بھینچ کر میں نے سیل آف کر دیا تھا۔

ایک انسان کی غلطی کی سزا اس کے اپنوں کو بھی بھگتنا پڑتی ہے اور ایسا ہی میرے اپنوں کے ساتھ ہو رہا تھا میں بے چینی سے اٹھ کر آفس روم سے نکل آیا تھا علیزہ کی ممی پاپا شادی کی ڈیٹ فکس کرنے کا کہہ رہے تھے اور میں دوبارہ انہیں ٹال چکا تھا اسی لئے میرے اس گریز پہ سب کو تشویش ہو رہی تھی وہ سب وجہ جاننے کی کوشش کرتے تھے اور میں وجہ بتاتا تو کہیں کا نہ رہتا سبھی مجھ پہ تھوک دیتے اور میں......

سڑکوں پہ آوارہ اور بے مقصد گاڑی دوڑاتے ہوئے اپنے آپ کو کوس رہا تھا بہت دن ہوئے میں اپنے رب سے دور ہو چکا تھا شارق سچ کہتا تھا مجھ میں صداقت (صدق) نہیں ہے اسی لئے تو پل بھر میں گمراہ ہوا تھا اور اب اللہ سے دوبارہ رشتہ استوار کرتے ہوئے اس کے سامنے جھکتے ہوئے ڈر لگتا تھا شرمندگی ہوتی تھی کیسے معافی مانگتا بھلا کس منہ سے؟

❁......❁......❁

اور اللہ سے ڈرنے والا انسان اللہ کے بندوں سے بھی ڈرتا ہے، صرف اس لئے کہ مجھ سے کسی کی حق تلفی نہ ہو جائے، مجھ سے کسی کا دل نہ دکھ جائے، مجھ سے کسی کا نقصان نہ ہو جائے یا پھر میری ذات کسی کے لئے باعث آزار نہ ہو اور اسی ''آزار'' نہ بننے کے واسطے انسان قدم قدم پہ ٹھہرتا ہے، لفظ لفظ سوچتا ہے اور ہر مقام پہ اپنے رب سے مدد مانگتا ہے جیسے میں مانگ رہا تھا جیسے میں ٹھہر رہا تھا، جیسے میں سوچ رہا تھا اور میرا رب فیصلے کی ڈور میرے دماغ کو تھما رہا تھا اور دماغ نے یہ ڈور تب تھامی جب ماسی حمیدہ میرے پاس آئی۔

''صاحب جی آپ نے گلو کے لئے کوئی لڑکا دیکھا؟'' میں ڈرائنگ روم میں بیٹھا اکیلا سوچوں کی گردش میں بھٹک رہا تھا جب میری محویت ماسی حمیدہ کے سوال سے ٹوٹی میں چونک گیا تھا اچانک میرے ماتھے پہ پسینے کے قطرے نمودار ہوئے تھے۔

مجھے ماسی حمیدہ کی آنکھوں میں اپنے لئے نفرت نظر آئی مجھے یوں لگا جیسے وہ ابھی میرا گریبان پکڑ کر میرے چہرے پہ تھپڑ مارنا شروع کر دیں گی مجھ پہ لعنت بھیجیں گی مجھے بددعائیں دیں گی لیکن ایسا کچھ نہیں ہوا تھا یہ تو صرف وہم تھا ایک ایسا وہم جو چوری کے بعد ہر چور کو ہو جاتا ہے اور میں بھی اس وہم میں سب سے چھپتا پھر رہا تھا کبھی زری آپا اور شارق سے کبھی علیزہ اور ماسی حمیدہ سے اگرچہ ماسی حمیدہ کو خبر ہی نہ تھی لیکن میں چور تھا ڈر تو لگنا تھا۔

''صاحب جی آپ ٹھیک تو ہیں؟'' میری چپ، چوروں جیسی آنکھیں اور ماتھے پہ آیا پسینہ دیکھ کر ماسی کو تشویش ہوئی تھی۔

''ہاں ٹھیک ہوں آپ کس لیے آئی ہیں؟'' میں ان کا سوال بھول چکا تھا۔

''صاحب جی گلو کے لئے لڑکا دیکھنے کا کہا تھا، میں اب بڑی جلدی اس کا بیاہ کر دینا چاہتی ہوں نگوڑی بے وقوف کو پتہ نہیں کیا ہو گیا ہے چپ لگ گئی ہے اور بیٹھے بیٹھے رونے لگتی ہے اب تو کام بھی نہیں کرتی مجھے ڈر ہے کہیں روگی نہ ہو جائے۔'' میرے استفسار پہ ماسی بولتی چلی گئی اور میں نظر جھکانے پہ مجبور ہو گیا تھا۔

''کچھ دن انتظار کرو ماسی میں کوشش کروں گا۔'' ماسی کو تسلی دے کر میرے دماغ نے ایک فیصلہ کیا تھا اک ڈور تھامی تھی......بس دل کو سنبھالنا باقی تھا اور ویسے بھی جن لوگوں کے جسموں میں زرد کتے کا زور چلتا ہو وہاں دل کو جینے کی راہ نہیں ملتی سو میرے دل کے لئے بھی راہیں مسدود ہو چکی تھیں اب میرے دل کو بھی بھلا کہاں جینا تھا؟ کیونکہ میرے ضمیر کی آنکھ کے سامنے گلنار کا وجود اور بے گناہی ایک بہت بڑا سوالیہ نشان بن کے رہ گئے تھے جن سے نگاہ چرانا میرے ضمیر کی موت کے برابر تھا اور ضمیر کی موت اتنی آسانی سے ممکن نہیں ہوتی۔

اور میرا یہ فیصلہ مزید پختہ تب ہوا جب میں نے بہت دنوں بعد گلنار کو دیکھا تھا تو وہ میرے گناہ کا آئینہ تھی اس کا ویران حلیہ اور اجاڑ آنکھیں مجھے زمین میں گاڑ گئیں وہ اپنے آپ سے بھی خفا لگ رہی تھی اور میرے رب کو مجھ سے خفا کر رہی تھی مجھے دیکھتے ہی وہ وحشت زدہ ہو کر واپس اپنے کوارٹر میں بھاگ گئی۔

اور ایک دن میں نے اپنے دل کو سچ مچ کچل ڈالا تھا اگر میں اپنے دل کو نہ کچلتا تو پھر گلنار کچلی جاتی کیونکہ وہ بہت زیادہ بیمار تھی اور ماسی اسے ڈاکٹر کے پاس لے گئی تھی اور واپسی پہ ماسی نے اسے مارنا شروع کر دیا تھا اور وہ اپنا بچاؤ کرنے کی بجائے مار کھاتی رہی شاید وہ اپنے آپ کو سزا دے رہی تھی اپنی لاپروائی اور معصومیت کی سزا، کیونکہ اگر وہ لاپروا نہ ہوتی تو اس دن رات آ گئے یوں بے خبر حلیے میں میرے پاس نہ آتی بلکہ باقی لڑکیوں کی طرح احتیاط کرتی، گریز کرتی۔

بہرحال اس سے غلطی بے خبری اور بھول پن میں ہوئی تھی جبکہ مجھ سے غلطی ارادتاً اور نفس کے بہکاوے اور جذبات کی آگ میں جل کر ہوئی تھی اور اس نے تو احتجاج بھی کیا تھا مجھے روکا بھی تھا لیکن میں نے اس کے ہر احتجاج کو پس پشت ڈال دیا تھا سو مجرم اور سزا کا مستحق میں ہی تھا میرے گناہ کا پلڑا بھاری تھا اور اب جو بھی سہنا تھا مجھے سہنا تھا اسی لئے ماسی کا ہاتھ روک دیا۔

''ماسی آپ کا مجرم میں ہوں یہ نہیں۔''

''یہ کیا کہہ رہے ہیں صاحب جی؟'' ماسی حمیدہ کی آنکھیں پھٹ گئی تھیں۔

''ہاں یہ بے گناہ ہے، غلطی مجھ سے ہوئی ہے آپ سزا مجھے دیجیے میں آپ کی ہر سزا کے لیے تیار ہوں۔'' میری گردن جھکی ہوئی تھی میرے لئے آج کا دن روزِ حساب تھا۔

''یہ......کک......کیسے صاحب جی؟'' گلو فرش پہ بیٹھی ہچکیوں سے رو رہی تھی اور ماسی بے یقینی سے مجھے دیکھ رہی تھی۔

''مجھے معاف کر دو ماسی میں نہ اپنی عزت کا پاس رکھ سکا نہ تمہاری عزت کا۔'' میں نے ماسی کے سامنے ہاتھ جوڑ دیے تھے گناہ کے بعد معافی مانگتے ہوئے شرمندگی ہوتی ہے لیکن ایسی بھی نہیں ہونی چاہئے کہ بندہ معافی ہی نہ مانگے اور اللہ کو منہ دکھانے کے قابل بھی نہ رہے کیونکہ اللہ کو منہ دکھانے سے پہلے اللہ کے بندوں کو منہ دکھانا پڑتا ہے اس لئے ان سے معافی مانگنا بھی اللہ کے حکم میں سے ہے جو میں ہر ممکن طریقے سے کرنا چاہتا تھا اس کے لئے چاہے دل روندتا چاہے دل کی دنیا، مجھے بس معافی درکار تھی۔

❁......❁......❁

''ولید تم یہاں؟'' علیزہ مجھے اپنے گھر میں دیکھ کر حیران ہوئی تھی میرا ان کے گھر کبھی آنا جانا نہیں رہا تھا جبکہ وہ لوگ کل شادی کی ڈیٹس فکس کرنے کا کہہ رہے تھے ساری تیاریاں مکمل ہو چکی تھیں اور میں ان کے گھر چلا آیا تھا۔

''تم ٹھیک تو ہو؟'' میری ذات کا خالی پن شاید وہ بھی دیکھ چکی تھی۔

''ہوں۔'' میرا مختصر سا اشارہ دیکھ کر وہ ٹھٹکی۔

''بیٹھو نا کھڑے کیوں ہو؟'' اس نے کپڑے ہٹا کر صوفے کی سمت اشارہ کیا علیزہ کے ڈریسز شاید آج ہی بوتیک سے تیار ہو کر آئے تھے۔

''کیا بات ہے ولید تم کچھ پریشان لگ رہے ہو؟'' وہ بے چین نظر آنے لگی تھی۔

''میں تم سے کچھ کہنا چاہتا ہوں۔''

''کہو کیا بات ہے۔''

''کیا تم ایک بدکردار شخص سے شادی کرنا چاہو گی؟'' ''کیا مطلب ہے؟'' اس کا رنگ بدلا تھا۔

''مطلب کہ اگر میں بدکردار ہوتا تو پھر بھی تم مجھ سے شادی کر لیتیں؟'' میرا لہجہ اور انداز بہت کچھ کہہ رہے تھے علیزہ سفید پڑ گئی تھی۔

''میں سچ کہہ رہا ہوں میں تمہیں اندھیرے میں رکھ کر زندگی نہیں گزار سکتا علیزہ، مجھ سے گناہ ہوا ہے میں نے اپنے گھر کی ملازمہ پہ ہاتھ ڈالا ہے......'' میں نے وہ سب کہہ دیا جو مجھے دنیا کی نظروں میں گرانے کے لئے کافی تھا اور میں گر گیا تھا علیزہ نے مجھے گھر سے نکال دیا شارق مجھے تمسخرانہ نظروں سے دیکھتا رہا اور زری آپا کئی دن میرے گھر ہی نہیں آئی تھیں علیزہ سے شادی کا انکار سب کے لئے دھماکہ ثابت ہوا تھا لوگ طرح طرح کی باتیں اور سوال کر رہے تھے اور میں گردن جھکائے ہوئے تھا۔

❁......❁......❁

علیزہ سے شادی کا انکار اور پھر گلنار سے شادی کرنا بے حد مشکل مراحل تھے جو میں نے طے کرنا تھے اور کر بھی لئے تھے کئی انگلیاں اٹھیں، کئی نشتر لگے، سزا تو بھگتنا تھی سو بھگت لی، آخر گناہ کیا تھا نیکی تو نہیں کہ بدلے میں مجھے پھولوں کے ہار پہنائے جاتے لوگوں کی کاٹ دار نظروں کا سامنا کرنا تھا، تمسخر دیکھنا تھا جو جی بھر کے دیکھا تھا پھر بھی وہی کیا جو اللہ کی رضا تھی نکاح کے چھ ماہ بعد گلنار نے ایک بیٹی کو جنم دیا تھا اور میں رونے کے سوا کچھ نہ کر سکا۔

بلکہ اب تو میں تنہائی میں اکثر ہی اللہ کے حضور رو پڑتا تھا شاید اپنے گناہ کی ندامت کچھ مزید بڑھ جاتی تھی میں گلنار کو خوش رکھنے کی کوشش کرتا رہتا تھا لیکن وہ گم سم سی رہتی تھی، میں اس کی نظروں میں کیا تھا مجھے اچھی طرح اندازہ تھا جبکہ میں اس کی عزت اور قدر کرتا تھا اسے اس محبت سے بھی بڑھ کر چاہا جو مجھے علیزہ سے تھی کیونکہ علیزہ میری رضا تھی اور گلنار میرے رب کی رضا تھی اسے اپنانے کا فیصلہ مسجد میں نماز پڑھتے اور دعا مانگتے ہوئے مجھ پہ وارد ہوا تھا اور میں اس فیصلے سے کیسے منکر ہو سکتا تھا۔

بس کبھی کبھی دل کی کیفیت طبیعت پہ چھائی ہوتی تو علیزہ کے کھو جانے کا احساس جاگتا تھا اور اس کے ساتھ ہی پچھتاوے نوچنے لگتے تھے تب اللہ کو یاد کرتا تو سب کچھ بھول جاتا تھا سوائے ''دو قدم کی جنت'' کے جو مجھ سے بیٹھے بٹھائے چھن گئی تھی۔

بے شک اللہ سے معافی مانگتے مانگتے اکثر رات گزر جاتی تھی بے شک میری زندگی اک عام ڈگر پہ آ گئی تھی بے شک میری بیوی بچے بھی خوش تھے لیکن پھر بھی میں خوش نہیں رہ سکتا تھا کیونکہ میں نے جنت کھوئی تھی صرف اور صرف دو قدم جنت بھی نہیں پا سکا تھا اور جنت نہ پانے کا احساس میرے دل میں ''کانٹے'' کی طرح چبھا رہتا تھا ہر آن ہر گھڑی......صرف ''دو قدم جنت۔''